جناب مشتاق الرحمٰن شفق *

پشتو زبان اور ہمارا معاشرہ

منگل ۲۸ مئی ۲۰۰۲ء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد میں ایک روزہ سیمنار منعقد ہوا۔ جس کا اہتمام قائداعظم یونیورسٹی کے قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان (NIPS) نے کیا تھا۔ زیر نظر مقالہ اسی سیمنار میں پڑھا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا اَرسَلنامِن رَّسولِ الّابلسانِ قومہ لِیُبَیِّنَ لَھُم (سورۃ ابراھیم آیت نمبر۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول، مگر اپنی قوم کی بولی میں بولنے والا تاکہ ان کو سمجھائے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے، دنیا میں جتنے بھی پیغمبر ہو گزرے ہیں ان میں ہر پیغمبر کو اسی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی۔ جو اس کی قوم کی زبان تھی، کیونکہ اس کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم' جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی۔ جو دنیا بھر کے انسانوں کیلئے سرچشمہ ہدایت ہے اور تاقیامت بنی نوع انسان کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ بلاشبہ امت محمدی میں تمام جن وانس شامل ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جس قوم سے آپ کو چنا اس کی زبان اس کی زبان عربی تھی اور قرآن کیلئے ایسی ہی زبان کی ضرورت تھی۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے زبان کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

نہ صرف اظہار وابلاغ کے حوالے سے بلکہ تعلیم وتعلم کے حوالے سے بھی کسی قوم کی زبان اولین توجہ کی مستحق ہوتی ہے۔

سی۔این۔او۔ریڈیو پاکستان۔اسلام آباد

قرآن کریم کی ایک اور آیت کریمہ ہے:۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ط (سورۃ الروم: آیت نمبر۲۲)

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری طرح طرح کی بولیاں اور رنگ اسکی نشانیوں سے ہیں۔اس میں سمجھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

یعنی انسانوں کی مختلف بولیاں بھی حسن قدرت کی نشانیاں ہیں۔اسلئے کسی بھی زبان (بولی) کی حفاظت و احترام کرنا اور اسے فروغ دینا، نہ صرف اسی زبان کے بولنے والوں کی قومی ذمہ داری ٹھہرتی ہے بلکہ یہ ان کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔چنانچہ قومی زبانوں کی اہمیت اور حیثیت عالمی سطح پر تسلیم شدہ ہے

کسی بھی مہذب قوم کا دین و مذہب اور آئین و قانون زبانوں کی نشر و اشاعت یا ترقی و ترویج کے راستے میں رکاوٹ نہیں ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کے ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینی چاہئے کیونکہ مادری زبان ہی ایک آسان، بہتر اور موثر ذریعہ تعلیم ہو سکتی ہے۔

اس روشن حقیقت کے پیش نظر اب ہر سال ۲۲ فروری کو عالمی سطح پر مادری زبانوں کا دن بھی منایا جاتا ہے مادری زبان میں تعلیم دینا نہ صرف فطرت کا تقاضا ہے بلکہ یہ کسی بھی قوم کے بچوں کا پیدائشی، انسانی اور قانونی حق بھی ہے۔

زبان کسی قوم کی تہذیب و ثقافت، تاریخ و روایت، دینی عقائد اخلاق و کردار نفسیات اور ذہنی رجحانات کی امین ہوتی ہے۔جسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔جدید سائنس، ٹیکنالوجی، یا انٹرنیٹ کی آڑ میں کوئی ایسا نظام تعلیم برپا کرنا جو قوم کی نئی نسل کو اپنی زبان، تہذیب و ثقافت اور تاریخ و روایت سے بیگانہ کردے، شاخ نازک پر آشیانہ بنانے کے مترادف ہوگا۔کیونکہ اپنے قومی اثاثوں سے دستبردار ہونے کا مطلب اجتماعی خودکشی ہے۔

قیام پاکستان کا بنیادی مقصد ایک ایسے اسلامی فلاحی معاشرے کی تشکیل و تکمیل ہے جس میں اسلامی اخوت و مروت کے اسلامی اصول کارفرما ہوں۔جس میں مسلمان مثالی اسلامی نظام کے تحت زندگی گزار سکیں اور جس میں غیر مسلم اقلیتی فرقے بھی اپنی مرضی، اور جمہوری آزادی کے ثمرات پا سکیں۔

پاکستان مختلف اسلامی قومیتوں کا خوشنما گلدستہ ہے۔دین اسلام ہی ان کا قدر مشترک ہے۔اسلام ہی ہماری قومی یکجہتی اور ذہنی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔پاکستان میں بولی جانے والی تمام بولیاں، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی وغیرہ پاکستانی زبانیں ہیں۔اوران کے بولنے والوں کی اکثریت مسلمان ہے۔اس لحاظ سے یہ اسلامی زبانیں بھی ہیں۔

ان میں تخلیق پانے والے ادب کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں ابتداء سے، آج تک، مبلغین اسلام، صوفیائے کرام، فلاسفہ عرب کے شعراء و حکماء اور علماء عجم کی تعلیمات کا گہرا عکس نظر آتا ہے۔

پشتو زبان:

پاکستانی زبانوں میں پشتو زبان منفرد خصوصیات کی حامل ہے۔

(۱) پشتو بولنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ جو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں یہ لوگ من حیث القوم اسلام قبول کر چکے ہیں اور تاریخ کے ہر دور میں اسلام کی سربلندی کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دیتے رہے ہے۔ یہ فطری طور پر صداقت پسند اولوالعزم اور ''ابغ نبغ'' (straight forward) لوگ ہیں۔ اسلام کی حقانیت پالینے کے بعد انہوں نے اپنے گزشتہ عقائد و روایات کو بھی یکسر فراموش کر دیا اور مسلک حنفاء کے پیروکار چلے آرہے ہیں۔

(۲) پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ (پختونخوا) اور ملحقہ قبائلی علاقوں میں غالب اکثریت پشتو بولنے والوں کی ہے۔ جبکہ صوبہ بلوچستان میں بھی پشتو بولنے والے نصف آبادی کے لگ بھگ ہیں۔

(۳) پشتو زبان کی وسعت واہمیت یا استعداد کے بارے میں ممتاز سکالر، ادیب اور افغان محقق مولانا محمد امین خوگیانی (مرحوم) کے دو ایک جملے بھی کافی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

پشتو کی قدامت مسلّم ہے، اس لئے کہ ایک تو اوستا، وید اور مہا بھارت میں اس کا ذکر آیا ہے۔ دوسرے یونانی مورخوں سترابو (strabo) اور ھیرؔوڈوٹس (Herodotus) نے سکندر اعظم کے حملے سے پہلے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ جہاں پشتو کی ہمعصر زبانیں، سنسکرت، اوستا اور خروشتی وغیرہ اپنی توانائیاں کھو چکی ہیں وہاں پشتو آج بھی ایک زندہ و توانا زبان ہے۔

اس میں اظہار جذبات کی بہت گنجائش ہے۔ اس کا دامن اتنا ہی فراخ و بسیط ہے جتنا کہ کسی مہذب اور ترقی یافتہ زبان کا ہوسکتا ہے۔

حتیٰ کہ ملک کی قومی زبان اردو کی ساخت، بنیاد اور لفظیات میں پشتو زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس حوالے سے، جناب امتیاز علی عرشی رامپوری کی تصنیف اردو میں پشتو کا حصہ قابل ذکر اور لائق توجہ تحقیق ہے۔ عرشی صاحب رامپوری کا نام دنیائے علم وادب میں سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۴) پشتو، سابق ریاست سوات کی سرکاری اور دفتری زبان رہی ہے جو آئین و قانون کے مطابق اسلامی فلاحی ریاست تھی۔ اس کے تمام انتظامی اور عدالتی امور پشتو زبان میں نمٹائے جاتے تھے۔ ہر قسم کے معاملات زندگی اور تنازعات کا

تصفیہ اسلامی شریعت کے تحت کیا جاتا تھا۔اس سلسلے میں فتاویٰ عالمگیری کی طرز پر فتاویٰ وددودیہ سے استفادہ کیا جاتا تھا۔جس کی ترتیب وتدوین اوراشاعت کا اهتمام بانی، ریاست میاں گل عبدالودود کی ہدایت پر پشتو زبان میں کیا گیا تھا۔

(۵) پشتو بین الاقوامی حیثیت کی زبان ہے۔کیونکہ برادر ہمسایہ ملک افغانستان میں اسے سرکاری اور تعلیمی زبان کا درجہ حاصل ہے۔وہاں میڈیکل اور انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم پشتو میں دی جاتی ہے اور حکومتی سطح پر اس میں گراں قدر علمی اور تحقیقی کام ہوا ہے جس کا فائدہ، پاکستان میں پشتو زبان وادب کو بھی پہنچ رہا ہے۔دنیا بھر کے معتبر نشریاتی اداروں نے جن میں بی بی سی لندن، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی، ریڈیو بیجنگ، ایران زاہدان، تاشقند اور آل انڈیا ریڈیو وغیرہ شامل ہیں۔اپنی نشریات میں پشتو خبروں اور دوسرے ادبی ثقافتی پروگراموں کو خاصا وقت دے رکھا ہے۔چنانچہ حکومت پاکستان بالخصوص وفاقی وزارت اطلاعات کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنا سفارتی اور سیاسی توازن بحال رکھنے کی خاطر پشتو زبان کی ترقی وتشہیر پر زیادہ توجہ دے۔

(۶) دیگر پاکستانی زبانوں کی طرح پشتو زبان نے؛ ایک پورے تہذیبی اور تمدنی دور کو اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے جو پاکستانی معاشرے کیلئے باعث تقویت ہے۔

ان امتیازی اوصاف کی بدولت پشتو زبان نہ صرف پشتو بولنے والوں کیلئے بلکہ پاکستان بھر کے لئے، لائق تحسین واعزاز ہے۔

پشتو زبان اور معاشرہ

"پشتو صرف زبان کا نام نہیں ہے۔یہ پشتون قوم کا فلسفہ حیات، ضابطہ اخلاق اور طرز معاشرت بھی ہے۔جسے عام اصطلاح میں "پشتو" اور پشتونولی کہتے ہیں لفظ پشتو پشتونوں کی تہذیب وثقافت اور اجتماعی مزاج کا مظہر ہے۔کوئی پشتون، بغیر پشتو کے پشتون نہیں بن ہوسکتا۔عام مشاہدے کی بات ہے۔ایک بھائی کسی معاملے پر دوسرے بھائی سے ناراض ہوتا ہے۔تو کہتا ہے "دا پختو نہ دہ" یہ پشتو نہیں ہے یہاں پشتو کا مطلب،، بولی،، کی بجائے وہ روایتی مجموعہ قوانین یا غیر تحریری آئین ہے جو پشتو نولی (the way; of pushtoon) کے نام سے موسوم ہے یہ وہ غالب عنصر ہے جو پروفیسر احمد حسن دانی کے بقول "تمام پشتونوں کی زندگی پر چھایا ہوا ہے۔

پشتو نولی یا پشتونوں کی طرز معاشرت میں ان کا دین و مذھب سب سے اہم اور مقدم ہے مولانا عبدالقادر مرحوم اور دوسرے؛ پشتون دانشور پشتو نولی اور اسلامی قوانین کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔

اگر چہ موجودہ دور کی سیاسی۔اقتصادی اور سماجی تبدیلیوں کا اثر پشتونوں پر بھی پڑ گیا ہے خاص طور پر شہروں میں

آباد لوگ، پشتو نولی سے دور ہوتے جا رہے ہیں لیکن دیہات اور پشتون قبائلی علاقوں میں یہ ضابطے اور پابندیاں بدستور قائم ہیں اور بالعموم پشتونوں کی روزمرہ زندگی، بول چال عادات وخصائل اور علم وادب پر ''پشتو نولی'' چھائی ہوئی ہے۔

پشتون معاشرے کی تشکیل میں جو اصول اور عوامل کارفرما ہیں ان میں (قصاص یا انتقام) ''مہمان نوازی'' ''پناہ'' اور ننواتی (پچھتاوا) نہایت اہم ہیں۔ دوسرے ارکان میں مساوات، خودداری، غیرت، حریت، کمزور کی حمایت، شجاعت، فیاضی وسخاوت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب کے سب وہ اخلاقی اقدار و روایات ہیں جو نہ صرف فلاحی معاشوے کے تشکیلی اصول ہیں بلکہ اسلام کے آئینہ دار بھی ہیں۔ انہی اصولوں پر عمل پیرا ہوکر پاکستانی معاشرہ بن سنور سکتا ہے۔

یہاں پشتون معاشرے کے چند اہم ارکان کا مختصراً ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

جرگہ:

جرگہ، پشتونوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے جدید اصطلاح میں مجلس شوریٰ، یا آسمبلی بھی کہا جاسکتا ہے یہ چند معتبر افراد یا قوم کے سرکردہ رہنماؤں اور علماء کرام پر مشتمل ادارہ ہوتا ہے جو قومی روایات کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی مسئلے وتنازعات طے کرتا ہے۔ جرگہ کی نوعیت مقامی، علاقائی اور قومی بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً لویہ جرگہ۔ (گرانڈ آسمبلی) اعلیٰ قومی سطح پر عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔ جرگے کا فیصلہ قانون کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا قابل ملامت اور سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالیؒ کو قندھار میں ''لویہ جرگہ'' (۱۱۶۱ھ ۱۷۴۷ء) ہی نے بادشاہ منتخب کیا تھا۔ غازی امیر امان اللہ خان نے ۱۹۲۴ء میں افغانستان کو دستور ومنشور دینے کیلئے ''لویہ جرگہ'' بلانے کا اہتمام کیا تھا جو یغمان میں ہوا تھا۔

جرگہ پشتونوں کی مثالی جمہوریت کا مظہر ہے آج کل افغانستان کی سنگین صورتحال کے پیش نظر سابق بادشاہ محمد ظاہر شاہ کی نگرانی میں ''لویہ جرگہ'' کا انعقاد افغانوں کی نفسیات اور تاریخی پس منظر کے اعتبار سے ایک مثبت اقدام ہے۔ افغان مسئلے کا واحد حل یہی ہوسکتا ہے اور ملت افغان کے دکھ درد کا علاج اسی نسخے (لویہ جرگہ) سے ممکن ہے۔

حجرہ:

پشتون معاشرے میں حجرے کی بڑی اہمیت ہے تقسیم اختیارات کے لحاظ سے مسجد اور حجرہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ حجرہ سماجی زندگی کا محور اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے اس میں ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگ مل بیٹھ کر درپیش مسائل اور حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ حجرہ ایک تربیت گاہ بھی ہے اور تفریحی مرکز بھی ہے۔ مہمان خانہ بھی اور مجلس شوریٰ یا جرگہ

منعقد کرنے کی جگہ بھی ۔ یہ کسی گاؤں یا محلے کی مشترکہ ملکیت ہوتی ہے سماجی زندگی کے مختلف امور اور آداب حجرے ہی میں سیکھے جاتے ہیں۔حجرہ میں قوم کے نونہال اور جواں سال اخلاقی تربیت حاصل کرتے ہیں جرأت و مردانگی کے جوہر نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

میاستیا (مہمان نوازی):

شاہ محمد مدنی عباسی لکھتے ہیں:۔

(۱) یہ پشتونوں میں بلند حوصلگی، رواداری، خلوص اور انسانی ہمدردی کا ثبوت ہے۔

(۲) پشتون، مسافر اور مہمان کی خاطر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو کچھ موجود ہوتا ہے وہ مہمان کے سامنے حاضر کرتا ہے۔الغرض مہمان نوازی، پشتونوں کی وہ خوئے دلنوازی ہے جو اس قوم کے رسم ورواج اور علم وادب پر بھی کافی اثر انداز ہوئی ہے۔مہمانوں کی خدمت اور خاطر تواضع کرنے میں، پشتون خوشی محسوس کرتے ہیں اور کسی بھی سنگین صورتحال میں اپنے مہمان پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتے۔اس سلسلے میں وہ کسی تعصب یا مصلحت کو کام میں نہیں لاتے۔مہمان خواہ کسی بھی ذات، نسل یا قوم سے تعلق رکھتا ہو۔یہ لوگ اسکی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں اور اپنی جان جھوکوں میں ڈال کر مہمان کو تحفظ دیتے ہیں

دوسری جنگ عظیم کا واقعہ ہے۔انگریزوں نے حکومت افغانستان سے مطالبہ کیا کہ وہ ان جرمن انجینئروں کو حوالے کردے جو افغانستان میں ان کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلارہے ہیں۔افغانستان کے صدر سردار محمد ھاشم خان نے یہ مسئلہ لویہ جرگہ کے سامنے پیش کیا۔قومی رہنماؤں اور علماء پر مشتمل جرگہ نے فیصلہ دیا کہ مہمانوں کو ان کے دشمن کے حوالے کرنا پشتون روایات کے خلاف ہے۔البتہ ہمسائیگی کا لحاظ رکھتے ہوئے جرگہ نے جرمن انجینئرز کو وطن واپس بھیجنے کا مشورہ دیا وہ بحفاظت جرمنی پہنچے تو ہٹلر نے وائرلیس کے ذریعے افغانستان کے بادشاہ اور حکومت کا شکریہ ادا کیا۔

افسانوی شخصیت اسامہ بن لادن افغان مہمان پروری کی تازہ مثال ہے۔

پشتونولی میں ہر فرد کو پناہ دینے کا حق حاصل ہے اور کوئی بھی آدمی ضرورت کے وقت ہر طاقتور پشتون سے اس حق کا فائدہ اٹھا سکتا ہے خواہ وہ اس کا بدترین دشمن یا مخالف کیوں نہ ہو۔پشتونوں کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔کہ پناہ دینے والا اپنی جان پر کھیل کر پناہ گزین کی عزت وآبرو اور جان و مال کا دفاع کرتا ہے۔بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ پناہ لینے والا پناہ دینے والے کا جانی دشمن، باپ، بھائی، بیٹے یا شوہر کا قاتل ہوگا لیکن راز افشا ہونے پر بھی پناہ دینے والے پشتون (مرد یا خاتون) کا ایمان متزلزل نہیں ہوگا۔اور غیر معمولی قوت برداشت کا مظاہرہ کرکے احسان جتائے بغیر

پناہ گیر کو تحفظ فراہم کرے گا۔

جب مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ کے حکم پر، صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹکؒ کو پا بجولاں دہلی لے جایا گیا۔اور اس کے اہل و اعیال کو یرغمال بنانے کا فرمان شاہی جاری ہوا۔تو انہوں نے اپنی عزت و آبرو بچانے کیلئے گھر بار چھوڑ کر علاقہ یوسفزئی میں پناہ لے لی۔خوشحال خان خٹک اور یوسفزیوں کے درمیان کئی پشتوں سے دشمنی چلی آرہی تھی۔لیکن یوسفزیوں نے خوشحال خان کے گھرانے کو بخوشی پناہ دی اور قدر و احترام کے ساتھ رکھا۔وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ اورنگزیب بادشاہ ایک عظیم سلطنت کے فرمان روا ہیں۔اور انہیں سنگین خطرات سے دوچار کر سکتے ہیں لیکن یوسفزیوں نے مغل دشمنی کی پرواہ نہیں کی اور اپنی پشتو نولی کو عزیز از جان رکھا۔خوشحال خان خٹکؒ کو یوسفزیوں کا یہ احسان ہمیشہ یاد رہا۔

بدل:

بدل کو قصاص یا انتقام بھی کہا جاتا ہے، جو پشتو نولی کا اہم جز ہے۔بدل یا انتقام لینے کا جذبہ ہر پشتون کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا اور مچلتا رہتا ہے۔پشتو کہاوت کے مطابق کوئی شخص سو سال بعد بھی اپنا بدلہ لے لے تو کہا جاتا ہے بڑی جلد بازی دکھائی۔ہر پشتون فرض سمجھتا ہے کہ وہ اپنی ،ذاتی ،خاندانی یا قومی ہتک یا نقصان کا انتقام لے۔کبھی کبھی یہ سلسلہ نسلوں تک جاری رہتا ہے۔یہ وہ رواج ہے جس پر پشتو کی بہت سی رزمیہ اور بزمیہ نظمیں اور کہانیاں لکھی گئی ہیں۔کیونکہ ان روایات کی پاسداری میں تاریخ کے ہر دور نے چونکا دینے والے۔نہایت دلچسپ اور لرزہ خیز واقعات کا مشاہدہ کیا ہے۔ بے جا نہ ہوگا۔اگر اس سلسلے میں سلطان شہاب الدین غوریؒ کی مثال پیش کی جائے ۱۱۹۱ء میں سلطان کی فوج نے پرتھوی راج کے ہاتھوں شکست کھائی۔دراصل جنگ کے دوران سلطان غوریؒ شدید زخمی ہوئے تو فوج کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ سلطان شہاب الدین نڈھال ہو کر غزنی لوٹ گئے۔کچھ عرصہ بعد ہاتھ کا زخم تو بھر گیا۔لیکن دل کے زخم ابھی تک ہرے تھے، سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔اس نے ایک ترکیب سوجھی۔پہلے شکست خوردہ سپاہیوں کو ایسی عجیب وغریب سزائیں دیں۔کہ ان میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔خود سلطان کا چین و سکون لٹ گیا تھا۔جنگی تیاریاں مکمل کر کے اپنی افواج کو چوکس کر دیا۔سپاہیوں کو ولولہ تازہ دیا۔اسکا مقصد راجہ پرتھوی راج کو نیچا دکھانا نہیں تھا۔وہ اس ذھنیت اور سر غرور کو خاک میں ملانا چاہتے تھے جس نے ہندوستان کے عوام کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔الغرض ایک سال بعد ۱۱۹۲ء میں دوبارہ حملہ کر کے شاندار فتح حاصل کی۔نہ صرف اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا بلکہ اس فتح کی بدولت سلطان شہاب الدین غوریؒ نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد بھی رکھ دی۔

نَنواتی: (پچھتاوا)

اسلام نے بدلہ یا قصاص کی اجازت دی ہے لیکن ساتھ ساتھ عفوو درگزر کو بہترین عمل قرار دیا ہے۔ معاف کرنے اور بخش دینے کو ترجیح دی ہے۔ پشتونولی میں اس عمل کا نعم البدل ''ننواتی'' ہے۔ اس رسم کے تحت کوئی شخص یا جماعت کے لوگ اپنے کئے پر پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنی زیادتی پر پچھتاوا محسوس کرتے ہوئے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ متاثرہ فریق یا اپنے مخالف دشمن کے گھر جاکر اعتراف جرم کرتے ہیں اور معافی طلب کرتے ہیں۔ ننواتی کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ تاہم متاثرہ فریق ''پشتونولی'' کے تحت اپنے گھر کی دہلیز پر کھڑے سوالی کو مایوس نہیں لوٹاتا۔ اسے گلے لگاتا ہے۔ اسی طرح ننواتی کی بدولت دشمنی، دوستی میں بدل جاتی ہے۔ منافرت ختم ہوجاتی ہے سینوں سے کدورتیں نکل جاتی ہیں اور دلوں کے آئینے شفاف بن جاتے ہیں۔ پاکستانی معاشرہ انہی روایات اور اخلاقی اقدار پر استوار ہوسکتا ہے۔ کوئی بھی نظام اپنی قوموں کی زبان، تہذیب وثقافت اور سماجی نفسیات کا لحاظ کئے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ جن کی ذات پاک شخصیت وعملیت کا حسین مرقع تھی۔ نے تالیف قلب کے مختلف طریقے اپنائے۔ حضور پاکؐ نے اسلام کی دعوت وتبلیغ اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے دوران مختلف قبائل کی جائز رسومات، عبادات اور رواجوں کو برقرار رکھا۔ ان کی عزت افزائی کی۔ انکے معاشرتی مقام ومرتبے کی رعایت کی۔ اور نظام اسلامیہ میں ان کو شریک کار ٹھرایا۔

یہی وہ زرین اصول ہیں جن کی بنیاد پر اسلامی فلاحی پاکستانی معاشرہ فروغ واستحکام پائے گا۔

حوالے

(۱) پشتو زبان اور ادب کی تاریخ۔۔ (محمد مدنی عباسی) (اشاعت اول ۱۹۶۹ء)

(۲) ژوند ژواک (پشتو) محمد پردیش شاہین)

(۳) مجلہ پشتو' اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء

(۴) ماھنامہ 'دعوہ' اسلام آباد (اپریل ۲۰۰۲ء)

(۵) تفسیر عثمانیؒ